سلسلۂ تصنیفات مسلم بک سوسائٹی نمبر ۵

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سیرتِ نبوی

یعنی

آنحضرت صلعم کی زندگی کا مختصر سا خاکہ

جس کو

رفاہِ عام کے لئے

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور نے

دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء

میں

کریمی پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعل بردار

اسلامک ریویو مجریہ انگلستان قیمت سالانہ ۸ صر

اس کا اُردو ترجمہ

اشاعتِ اسلام

ایڈیٹر۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفی کرانے کا محتاج نہیں کیا صرف برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلادِ غربیہ میں اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلادِ غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں چار روپے سالانہ بھیج دے تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دیں گے کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟

دوستو اٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ گے۔ والسلام

المشتہر۔ خواجہ **عبدالغنی** مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیرت نبوی

یعنی

حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا ایک مختصر ساخاکہ

نمبر ۱

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۱۰ نومبر ۵۷۰ء عیسوی مین مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبد اللہ تھا جو عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ اور آپ کی والدہ آمنہ بھی ایک معزز خاندان کی خاتون تھیں۔ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معزز ترین خاندان سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب جیسے کہ سب لوگ جانتے ہیں حضرت ابراہیم سے ملتا ہے جن کی نسل کا ایک حصہ فاران کے بیابان میں آباد ہو گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی نسل کا ایک حصہ خانہ کعبہ کا جو خدا کی توحید کو قائم رکھنے والی عبادتگاہ تھی۔

محافظ ہو گیا۔ یہ مقدس گھر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے از سر نو بنایا تھا۔ محافظت کعبہ کے خاص حق نے قریش کے قبیلہ میں ہاشم کے خاندان کے لئے اس حصہ ملک پر شاہی حقوق پیدا کر دیئے تھے۔ اور اس خاندان میں بڑے بڑے نامور لوگ پیدا ہو چکے تھے۔ جیسا کہ مشہور مؤرخ گبن لکھتا ہے "آپ کے آباء میں پاک اور خالص شرافت کی بہت سی معزز نسلیں گذر چکی تھیں۔ آپ قریش کی قوم میں سے ہاشم کے خاندان سے تھے۔ جو سب عربوں میں زیادہ ممتاز اور نسلاً بعد نسل کعبہ کے محافظ ہونے کی وجہ سے مکّہ کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے"۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت عرب کی حکومت مختلف قبیلوں کے اندر الگ الگ سرداران قبیلہ کی حکومت تھی لوگ اپنی آزادی اور عزت کے سوال کے متعلق سخت غیور تھے۔ اور کسی ایسے شخص کو اپنے اوپر حاکم قبول نہ کر سکتے تھے۔ جس کی شہرت ہر ایک وجہ سے پاک نہ ہو۔ بلکہ یہ بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ کہ وہ ایسے خاندان سے ہو جس خاندان کی عزت پر کوئی داغ نہ ہو۔ کسی خاندان کی عزت صرف اس کے نصب کے لحاظ سے نہ سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ اس کی اپنی صفات عالیہ کے لحاظ سے بھی کہ اس میں کون سے اعلیٰ جوہر پائے جاتے ہیں۔ مردانگی عفت۔ مہمان نوازی۔ بہادری۔ طاقت۔ یہ وہ صفات تھیں۔ جو کسی خاندان کو عرب میں معزز بنا سکتی تھیں۔ اب یہ واقعہ کہ ہاشم کا خاندان بالاتفاق ملک کے اندر نہ علے سے اعلےٰ منصب یعنی حفاظت کعبہ کے لئے موزون

سمجھا گیا۔ اس بات کا فیصلہ کرتا ہے۔ کہ اس خاندان کے افراد میں یہ سب صفات اعلیٰ درجہ میں پائی جاتی تھیں ؛

ایک موقعہ پر حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ کہ اگر قرآن میں لوطؑ کی قوم کے خلاف وضع فطری فعل کا ذکر نہ ہوتا۔ تو یہ میری سمجھ میں بھی نہ آسکتا تھا۔ کہ ایسے فعل کا ارتکاب کوئی انسان یا قوم کرسکتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ایک عورت ہی تھی جس سے جب آپ نے وہ عہد لینا چاہا جس کا ذکر قرآن کریم کے ان الفاظ میں آیا ہے کہ لا یزنین تو اُس نے کہا کہ کیا وہ بھی کبھی زنا کرسکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ نے ایک موقعہ پر اپنی عفت کے کمال کا ثبوت دیا۔ جب عرب کی ایک نہایت خوبصورت عورت نے ایک سو اونٹ اور چار سو درہم آپ کے سامنے پیش کئے اس شرط پر کہ اس سے فعل ناجائز کا ارتکاب کریں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ شریف ایسا نہیں کرسکتا ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا عبدالمطلب بڑا امیر آدمی تھا۔ اور اپنی مہمان نوازی کے لئے مشہور تھا۔ اس کے گھر کے دروازے رات اور دن اجنبیوں اور مہمانوں کے لئے یا مکہ میں حج کے لئے آنیوالوں کے لئے کھُلے رہتے تھے۔ ایام حج میں ہر روز ہزارہا حاجیوں کو وہ ایک شربت پلاتا تھا۔ جس میں دودھ اور شہد ملا ہوا ہوتا تھا۔ شراب کا رواج حالانکہ عرب میں بڑے زور پر تھا۔ مگر وہ بالکل شراب کا استعمال نہ کرتا تھا۔ رمضان کے دنوں میں وہ غار حرا میں تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور

ان ایام میں نہ صرف غربا کو ہی کھانا کھلاتا تھا۔ بلکہ جنگل کے جانوروں اور ہوا کے پرندوں کو بھی اُس کی فیاضی سے حصّہ ملتا تھا۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جانوروں اور پرندوں کے لئے غذا رکھی جاتی تھی۔ اس قدر وسیع فیاضی کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ آخر اس خاندان میں تنگی کی حالت پہنچی +

فیاضی۔ عفت۔ ضبط وغیرہ کی تمام صفات عالیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ورثہ میں ہی پائی تھیں۔ آپ نے ان صفات کو ایک وسیع پیمانہ پر عمل میں لاکر دکھایا۔ آپ اپنے مذہب کا خلاصہ ہی یہ پیش کرتے تھے۔ کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اور اس کی ساری مخلوق سے محبت کرو۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم ان احکام سے بھرا پڑا ہے کہ عورتوں۔ بچوں۔ مسکینوں۔ یتیموں۔ راہ چلتوں۔ محتاجوں۔ سائلوں۔ قیدیوں۔ حتیٰ کہ چارپائیوں تک سے نیکی کرو۔ یہاں تک کہ آپ کی یہ بھی تعلیم ہے کہ کسی جانور یا کیڑے کو زندہ نہ جلایا جائے۔ آپ بھی غار حرا کی تنہائی میں ماہ رمضان بسر کیا کرتے اور اس قدر عبادت کرتے تھے۔ کہ آپ کے صحابہ نے بارہا آپ سے دریافت کیا۔ کہ آپ کیوں دن کو روزہ میں اور رات کو قیام میں گزارتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاؤں بھی سوج جاتے۔ آپ کا جواب صرف یہی ہوتا۔ افلا اکون عبداً شکوراً کیا میں خدا کا شکرگزار۔ اس کی نعمتوں کی قدر کرنے والا بندہ نہ بنوں +

آپ کے دادا کو آپ سے بہت محبت تھی۔ کیونکہ ابتدا سے ہی آپ کے اندر ان صفات عالیہ کی چمک نظر آتی تھی۔ جنھوں نے دنیا کو منور کرنا تھا۔ ایک

موقعہ پر آپ کچھ وقت کے لئے کھو گئے۔ تو آپ کے دادا کو بہت غم ہوا۔ اور جب آپ مل گئے۔ تو اس قدر خوشی اس کو ہوئی۔ کہ اسی وقت ایک ہزار اونٹ ذبح کر کے غربا میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کے علاوہ پچاس رطل سونا غربا کو دیا گیا۔

آپ کے والد آپ کی پیدائش سے چند ماہ پیشتر فوت ہو گئے۔ اور جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ ابھی بہت عرصہ نہ گزرا تھا کہ دادا بھی گزر گیا۔ اور آپ کا تکفل آپ کے چچا ابو طالب نے کیا۔ بنی سعد کی ایک عورت حلیمہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کی اور اس کی اولاد کی بہت عزت کرتے رہے۔ اس کے ساتھ آپ کے نیک سلوک کا ذکر آگے آئیگا۔ آپ اس کی ایسی ہی عزت کرتے تھے جیسے بیٹا ماں کی عزت کرتا ہے۔ اور اس کی لڑکی کے ساتھ آپ نے ایسی شفقت دکھائی۔ جیسی ایک بھائی بہن کے ساتھ دکھا سکتا ہے۔ اس طرح پر آپ کی محبت قلوب میں اور بڑھ گئی۔ کیونکہ یہ واقعات اس وقت کے ہیں۔ جب آپ بادشاہ تھے۔ مگر بادشاہ ہو کر آپ نے چھوٹے درجے کے لوگوں سے ایسا سلوک کیا جس کی بڑے آدمیوں سے بہت کم توقع کی جا سکتی ہے۔ آپ کی شرافت اس اعلیٰ درجہ پہ پہنچی ہوئی تھی کہ آپ کو اعلیٰ اور ادنے حیثیت کا خیال بھی نہ آ سکتا تھا۔ آپ کے نزدیک سب انسان اچھے کپڑوں میں ہوں۔ یا پھٹے پرانوں میں کسی قوم کے رئیس ہوں یا ادنیٰ سب یکساں تھے۔

تعلیم کا جو مفہوم عام طور پر لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلعم نے کوئی تعلیم نہیں پائی۔ ہاں وہ تعلیم جو نظارہ قدرت سے انسان حاصل کرتا ہے۔ وہ آپ کو حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی تعلیم ہر قسم کی تنگ خیالیوں سے اور ناقابل عمل درآمد باتوں سے پاک ہے +

آپ کا چچا ابو طالب جو زمانہ نبوّت میں آپ کا بڑا معاون رہا۔ ایک دو دفعہ آپ کو ملک شام میں تجارت کے لئے لے گیا۔ اور آپ نے عرب سے باہر بھی اس طرح لوگوں کے حالات کو دیکھ لیا۔ یہی آپ کی تعلیم تھی۔ جو ہوئی۔ اور آپ کے معاملات دنیا میں بھی دیانت داری راست بازی اور دور اندیشی کا اس قدر اثر تھا۔ کہ عرب کی ایک امیر عورت نے اپنے تاجرانہ کاروبار آپ کے سپرد کر دیئے جس میں آپ کو کچھ سفر بھی کرنے پڑے۔ اور ان سفروں میں آپ نے سب لوگوں کے حالات اور خیالات کا بھی مطالعہ کیا اور ان کاروبار نے آپ کی مسلمہ شہرت کو اور بھی امتیاز دے دیا +

عرب کے لوگ تاجرانہ کاروبار اور اشغال میں خاص شہرت رکھتے تھے اور تجارت کے سوائے دوسرے اشغال کو معزز نہ سمجھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے آپ کو کسی کام میں لگانے کا خیال کیا تو آپ کے چچا نے یہ مشورہ دیا۔ کہ تم خدیجہ سے درخواست کرو۔ مگر آپ نے غیرت اور حیا کی وجہ سے خود درخواست کرنا پسند نہ کیا۔ گو ابو طالب نے آپ کو یقین دلایا۔ کہ اگر خدیجہ کو آپ کی خواہش کا علم ہو تو خود آپ کو جگہ پیش

کریگی۔ کیونکہ آپ کی دیانت کی شہرت سب تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ جب خدیجہ کو اس بات کا علم ہوا تو اُس نے خود آنحضرت صلعم کو بلا کر اپنے کاروبار تجارت کو آپ کے سپرد کیا۔ آپ ہمیشہ اس اصول پہ قایم رہے ۔ کہ تجارت میں نیک نیت اور معاملہ کی دیانت کا قایم رکھنا کامیابی کا سب سے بڑا اصول ہے ۔ اور اسی اصول پر آپ نے خدیجہ کے کاروبار کو چلایا۔ جب آپ شام سے واپس آئے ۔ تو خدیجہ آپ کی دیانت اور ہوشیاری پر اس قدر خوش ہوئیں۔ کہ جس قدر معاوضہ کا اقرار کیا تھا اس سے دو چند خود بخود دیدیا +

خدیجہ ایک امیر بیوہ تھیں۔ اور آپ کے اخلاق ایسے اعلیٰ درجہ کے تھے۔ کہ ملک میں سب سے بڑا آدمی آپ کے نکاح پر فخر کرتا۔ اس دانشمند بی بی نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور خوش معاملگی کو دیکھا۔ تو خود بخود آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت صلعم کو اس بات پر تعجب ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں امیر آدمی نہیں ہوں مگر خدیجہ نے جواب دیا کہ وہ مال کی محبت نہیں رکھتی۔ بلکہ خوبیوں کو چاہتی ہے +

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ سے شادی ہوئی۔ تو آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اور خدیجہ کی چالیس سال کی ۔ اور یہ نکاح دو معزز خاندانوں میں تعلقات محبت پیدا کرنے کا موجب ہوا چنانچہ نکاح کے موقعہ پر دونوں طرفوں کے تعلقداروں نے اس پر خوشنودی

کا اظہار کیا۔ ابوطالب کے الفاظ یاد رکھنے کے قابل ہیں مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ کہ مال ایک عارضی چیز ہے۔ لیکن اخلاقی خوبیاں ہمیشہ رہنے والی چیز ہیں۔ اور اگرچہ آنحضرت کا خاندان اس وقت اپنی فیاضی کی وجہ سے تنگی کی حالت میں ہے۔ لیکن نیکی میں امانت اور راستبازی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب پر فوقیت لے گئے ہیں۔ مال اور کمالات انسانی ہمیشہ ساتھ نہیں چلتے اور کمالات انسانی کے سامنے مال کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ورقہ بن نوفل نے جو خدیجہ کا چچا تھا۔ اور نصرانی مذہب رکھتا تھا اس مبارک تقریب کی خوشی پر اظہار کیا۔ خدیجہ سیدۃ الطاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الامین کے نام سے مشہور تھے شادی کے موقعہ پر بڑے پیمانے پر دوستوں نے دعوتیں دیں۔ اور غربا کو بھی کھانا تقسیم کیا۔ اس شادی کے تعلق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذہبی فرایض میں کسی طرح کوتاہی نہیں کی۔ بلکہ مثل سابق آپ عبادت میں مصروف رہتے۔ چنانچہ اب بھی آپ رمضان کا مہینہ غار حرا میں گذارتے تھے۔ اور خدیجہ آپ کے واسطے سامان مہیا کر دیا کرتی تھیں۔ مگر بایں ہمہ آپ کا طریق ان عبادتوں میں راہبانہ نہ تھا۔ بلکہ ہر قسم کے فرایض کی ادائیگی کے ساتھ آپ عبادت الٰہی بھی کرتے تھے۔

آپ مسافروں اور محتاجوں کی بیواؤں اور یتیموں کی خاص طور پر

مدد کرتے تھے۔ اور اہل مکہ کی بھی خدمت کرتے تھے۔ آپ کا دل ایسا مہربانی اور نرمی سے بھرا ہوا تھا۔ کہ آپ انسانی مصیبت کے نظارہ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ بچوں سے آپ کو بہت محبت تھی عورتوں کی عزت کرتے تھے۔ اور بوڑھوں کا آداب آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کے ہموطن آپ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اور آپ کی نیکیوں کی وجہ سے آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ سب لوگوں کو آپ پر اعتبار تھا۔ اور سب ملک نے یک زبان ہو کر آپ کو الامین کا خطاب دیا۔ جو آپ کی راستبازی اور ہمدردی قومی کا حقیقی تقاضا تھا۔

آپکی پہلی عمر کے دو قومی کام عرب کی تاریخ میں نمایاں شہرت رکھتے ہیں عبدالمطلب سخاوت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ مگر انکی وفات پر اس معاملہ میں کچھ بد انتظامی واقع ہوئی اور مسافروں اور باہر سے آئے لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کے لئے آپ نے ایک جماعت بنائی جس کے روح رواں آپ ہی تھے۔ یہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی غرض مسافروں اور مصیبت زدوں کی امداد تھی۔ دوسرا اہم قومی کام جو آپ نے اپنی ابتدائی عمر میں کیا۔ وہ ایک ایسے جھگڑے کی اصلاح تھی جو اگر رفع نہ ہو جاتا۔ تو اس کا نتیجہ ایک خطرناک خانہ جنگی ہوتی۔ خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر ہو رہی تھی۔ جب دیواریں زمین سے چار فٹ بلند ہوئیں تو حجر اسود کے اپنی جگہ پر رکھنے کا سوال پیدا ہوا۔ قریش کے بہت سے خاندان اس بات کے مدعی ہوئے۔ کہ یہ ہمارا حق ہے۔ چونکہ ہر شاخ

اپنے معاون بھی رکھتی تھی۔ اس لئے یہ خطرہ تھا۔ کہ اگر معاملہ باہمی رضامندی سے طے نہ ہوا۔ تو قومیں ایک دوسرے کے خلاف ایسی جنگ میں مبتلا ہو جائینگی جو عرب کے سارے ملک میں آگ لگا دیگی۔ رؤسائے قوم نے جب اس حالت کو دیکھا۔ تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ جو شخص شرقی دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو۔ اس سے اس جھگڑے کا تصفیہ کرایا جائے۔ اس بات پر سب متفق ہو گئے۔ اور جب اس تجویز کے مطابق انہوں نے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقررہ دروازے سے داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ سب یکار اٹھے یہ الامین ہے۔ اور سب نے کمال مسرت کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کو یقین تھا۔ کہ آپ ایسا فیصلہ کرینگے۔ جس پر کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔ چنانچہ تنازعہ آپ کے سامنے پیش ہوا آپ نے فوراً اپنی چادر اُتاری۔ اُسے زمین پر بچھا دیا۔ اور حجر اسود کو اُس کے اوپر رکھ دیا۔ تب آپ نے فرمایا ہر ایک قبیلہ کا سردار ایک ایک کنارہ کپڑے کا پکڑ لے۔ اور اس طرح پر سب کے اتفاق سے حجر اسود اپنی جگہ پر رکھا گیا۔

اس طرح پر خانہ جنگی رفع ہوئی۔ آپ اگر چاہتے۔ اور یوں فیصلہ کرتے۔ کہ میں خود اسے اپنی جگہ پر رکھوں گا۔ یا اپنی قوم کو یہ حق دیتے تو کسی شخص کو اعتراض کا حق نہ ہوتا۔ لیکن آپ نے ایسی تدبیر کی جس سے علاوہ سب کے خوش ہو جانے کے آپ کی مدبرانہ دوراندیشی کا ثبوت

ملا۔ آپ نے سب کو اس مبارک کام میں یکساں شرکت کا موقعہ دیا اور کسی قوم کو دوسری پر ترجیح نہ دی۔ یہ چند ایک اوصاف اس شخص کے ہیں جس نے آئندہ دنیا کا ہادی بننا تھا۔ ان سے نہ صرف آپ کی سنجیدگی اور فہم اور امانت و دیانت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قبل از بعثت تمام لوگوں کے دلوں میں کس قدر آپ کی عزت تھی ؛

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کو منصب نبوت پر کھڑا کیا گیا۔ مگر آپ کی دعوت کو صرف عرب تک یا بنی اسرائیل تک محدود نہیں کیا گیا۔ بلکہ کل قوموں کی طرف آپ نبی ہو کر مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ قرآن کریم خود اس بات پر شاہد ہے وما ارسلنا الا رحمۃ للعالمین ہم نے تم کو تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ کا زمانہ دعوت تئیس سال تک رہا قبل اس کے کہ آپ کو غار حرا کی تنہائی سے نکال کر جہاں آپ شب بیداری کرتے روزے رکھتے اور ریاضیات شاقہ بجا لاتے تھے۔ دعوت الی الاسلام کا کام سپرد کیا جائے۔ آپ کا قلب ایک کامل تزکیہ کی حالت کو پہنچ چکا تھا۔ اور جو رویا آپ دیکھتے یا جو مکاشفات حالت بیداری میں آپ پر وارد ہوتے وہ حرف بحرف پورے ہوتے۔ چنانچہ اس بات کی شہادت حضرت عائشہ صدیقہ نے دی ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے آپ کی حالت ایسی تھی کہ آپ کے خواب نہایت ہی صاف اور سچے ہوتے کان

لا یری رویاء الا جاء مثل خلق الصبح۔ آپ کوئی رویاء نہ دیکھتے مگر وہ صبح کے پھٹ جانے کی طرح صفائی سے نمودار ہوتا۔

آپ غار حرا میں تھے۔ جب آپ نے خدائے ذو الجلال کی آواز کو جبرئیل کے توسط سے سنا۔ یہ غار وہی مقام ہے جہاں آپ بہت دن اور راتیں خدا کی عبادت میں گذارا کرتے تھے چنانچہ آپ اسی حالت میں ہی تھے۔ جب خدا کا کلام آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوا جس کا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ سب سے پہلا حکم جو وحی الہی سے آپ کو ملا وہ یہ تھا اقراء یعنی پڑھو۔ آپ نے ملک کو کہا ما انا بقاری میں نو پڑھنا نہیں جانتا۔ تب ملک نے آپ کو پکڑ کر خوب زور سے دبایا اور پھر وہی لفظ کہے اقراء یعنی پڑھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دوہرایا۔ تین دفعہ اسی حالت کا اعادہ ہوا۔ اور یہی سوال وجواب ہوئے تب فرشتہ نے سورہ علق کی ابتدائی آیات جو حسب ذیل ہیں پڑھیں۔ اقراء باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اور آپ نے یہی الفاظ دوہرائے پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعہ سے علوم سکھائے وہ علوم انسان کو سکھائے جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔ یہ ایک بالکل نئی بات تھی جو آپ کی زندگی میں واقع ہوئی۔ ایک عظیم الشان انقلاب تھا

اور آپ کے پاک دِل نے اسے خوب محسوس کیا۔ ایک عظیم الشان بوجھ تھا۔ جو آپ پر ڈالا گیا۔ اس لئے آپ حالتِ خوف میں ہی گھر کو لوٹ آئے اور اپنی بی بی خدیجہؓ کے پاس اس سارے واقعہ کا ذکر کیا اور اسے کہا کہ میرے اوپر بھاری کپڑے ڈال دو کیونکہ آپ کو سردی محسوس ہوتی تھی۔ جب آپ نے کچھ آرام کیا تو خدیجہ کو فرمایا۔ خشیت علی نفسی۔ میں اس ذمہ واری سے اور اُس کے انتباع سے اپنی جان پر خوف کرتا ہوں۔ حضرت خدیجہ نے جن کا قلب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل صدق اور راستبازی سے پہلے ہی متاثر ہو چکا تھا۔ فرمایا کلا واللہ لن یخزیک اللہ ابدا۔ انک لتصل الرحم وتقول الحق وتحمل الکل وتکرب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ اس کام میں ناکام ہوں کیونکہ سب اعلےٰ درجہ کے صفات انسانی آپ کے وجود میں پائے جاتے ہیں، آپ تعلقات رحمی کا پاس کرتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور مصیبت زدوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو چیزیں معدوم کے حکم میں ہیں وہ کما کر لوگوں کو دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مصائب میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں۔ (گویا آپ کے اندر وہ سب جوہر موجود ہیں جو اصلاح خلق کی عظیم الشان ذمہ واری کے لئے کسی انسان میں پائے جانے ضروری ہیں) ان الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی قوت پہنچی کیونکہ یہ ایک ایسے شخص

کے موبنہ کے لفظ تھے جو پندرہ سال سے آپ کا گھرے سے گہرا رازدار تھا اور جس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص آپ کے کمالات یا آپ کی کمزوریوں سے اگر کوئی ہوتیں واقف نہ تھا۔ بیوی سے بڑھ کر خاوند کی اخلاقی حالت کا کوئی واقف نہیں ہوسکتا۔ اور اس لئے آپ کی بی بی کے موبنہ سے ان الفاظ کا نکلنا نہ آج دوسروں کے لئے ہی آپ کی راستبازی اور صداقت اور ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک عظیم الشان شہادت ہے۔ بلکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بوجھ کو بھی ان الفاظ نے ہلکا کردیا ؛

تب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ایک عیسائی رشتہ دار ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی جس کے سامنے سارے واقعہ کا ذکر کیا گیا۔ ورقہ نے ان سارے واقعات کو سنکر یہ شہادت دی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی ناموس اکبر یعنی جبرئیل بہ پیغام وحی الٰہی نازل ہوا ہے جو حضرت موسےٰ پر نازل ہوا ۔ اس میں گویا اس پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا جو موسےٰ کی مثل ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت پائی جاتی تھی اور جس کا اتبک اہل کتاب کو انتظار تھا۔ ورقہ نے یہ بھی کہا کہ کاش میرے یہ جوانی کے ایام ہوتے اور میں آپ کی مدد کرسکتا۔ جب آپکی قوم آپکی مخالفت کریگی اور آپ کو نکال دے گی۔ تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے متعجب ہوکر دریافت کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے۔ تو ورقہ نے کہا ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ جب کوئی شخص

اس مقام پر کھڑا ہوا ہے تو اس کی ایسی ہی مخالفت اس کی قوم نے کی ہے ممکن ہے کہ ورقہ کو بعض ہجرت کی پیشگوئیوں کا خیال ہو جو محض انبیائے بنی اسرائیل میں پائی جاتی ہیں +

وحی الٰہی جو جبرئیل لاتے تھے آپ پر کس طرح نازل ہوتی تھی۔ اس کا ذکر خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں پایا جاتا ہے بعض وقت ملک کا آنا معمولی رنگ کا ہوتا تھا۔ اور وہ کلام الٰہی کو آپ پر پڑھ دیتا تھا۔ بعض اوقات وحی میں شدت زیادہ ہوتی تھی اور بڑے زور کی آواز آتی تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ احیاناً یاتینی مثل صلصلۃ الجرس یعنے ایسے زور سے آواز آتی تھی جیسے گھنٹہ کے ٹن ٹن۔ پھر کسی خاص حالت سے بھی وحی کا آنا مخصوص نہ تھا کبھی آپ بستر میں ہوتے تو وحی آتی۔ کبھی حالت سفر میں اونٹ یا خچر پر سوار ہوتے۔ کبھی اپنے احباب کے اندر بیٹھے ہوتے تو اس وقت بھی وحی آجاتی۔ زید بن ثابت جو آپ کے کاتب الوحی بھی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ آپ کے بالکل ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زانو اُن کی ران پر تھا کہ نزول وحی آپ پر ہوا اس وقت میں جب وحی آپ پر نازل ہو رہی تھی آپ کے زانو کا بوجھ اس قدر بڑھا کہ ناقابل برداشت معلوم ہوتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آگیا۔ اور یہ حالت آپ کی نزول وحی کے وقت عموماً ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ سخت سے سخت سردی کے دن میں بھی نزولِ وحی کے وقت

پسینہ کی بوندیں آپ کی پیشانی مبارک سے ٹپکا کرتی تھیں۔ وحی جب نازل ہوتی تو زید بن ثابت یا کسی دوسرے کاتب کو فی الفور لکھوا دیجاتی اور مزید براں کئی لوگ اسے حفظ بھی کر لیتے۔ چنانچہ یہ خدا کا آخری عہدنامہ اور اس کی آخری بشارت آج ہمارے ہاتھوں میں اسی طرح محفوظ ہے۔ جیسے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

حضرت خدیجہ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ حالات سے پوری واقف تھیں وہی سب سے پہلے آپ پر ایمان بھی لائیں۔ اس طرح پر سب سے پہلے آپ کے مبارک پیغام پر ایمان لانے والی ایک عورت تھی۔ یہ بی بی نہایت ہی سمجھدار اور صاحب اخلاق خاتون تھیں۔ اور عرب کی باعصمت عورتوں کی وہ سردار تھیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ اور خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا آپ کی اکیلی بی بی تھیں۔ جب آپ فوت ہوئیں تو آپ کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی پر پچیس سال گذر چکے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر پینسٹھ سال کو پہنچ چکی تھی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال کی ہوگئی تھی۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہمیشہ بڑی محبت سے کیا کرتے تھے اور وفات کے بعد بھی ہمیشہ آپ اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ کے بعد ایک پختہ عمر کے انسان نے جو اپنی نیکی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا اظہار کیا۔ آپ کا نام

ابوبکر تھا۔ اور آپ صدیق کے معزز نام سے مشہور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ ہی نبی کریم کے جانشین ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راستبازی بھی ساری قوم میں مسلمہ تھی۔ آپ بڑے صادق اور راسنائے عہد وامانت میں بڑے راستباز تھے۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوےٰ کیا تو اس وقت آپ سفر پر تھے۔ اور یمن کی طرف گئے ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ جب آپ واپس آئے اور مکہ میں پہنچے تو بڑے بڑے سرداران قریش نے آپ سے یہ کہا کہ ایک عجیب خبر ہم آپ کو سناتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابو طالب کے یتیم بھتیجے نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حضرت ابوبکر یہ سنتے ہی بولے کہ اگر امین نبی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ خدا کا نبی ہو۔ اور آپ نے کہا میں ان کو دیکھے بغیر ان پر ایمان لاتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول کو آخر تک ایک بے نظیر ثابت قدمی سے نبھایا آپ کو دعوت میں جس قدر مشکلات اور دکھ اٹھانے پڑے ان سب میں حضرت صدیق آپ کے شریک حال رہے اور جب آپ کی وفات ہوئی تو اُس وقت آپ زندہ تھے اور آپ کو ہی خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔ ابوبکر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق رشتہ داری کا نہ تھا۔ اور آپ قریش کی ایک چھوٹی سی قوم سے تھے۔ مگر ابتدائے اسلام میں نہ نسب اور نہ ہی قومیت بڑائی کے معیار تھے۔ بلکہ راستبازی ہی بڑائی کا سب سے

بڑا معیار تھا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیمہ پر یہ ایک بڑی بھاری شہادت ہے کہ سب سے پہلے آپ کے ماننے والے وہی لوگ تھے جو سب سے زیادہ آپ کے اندرونی حالات سے واقف تھے۔ خدیجہ آپ کی بی بی تھیں۔ حضرت ابوبکر کا آپ سے محبت کا گہرا تعلق تھا۔ اور یہی دونوں سب سے پہلے آپ کے دعوائے نبوت کے مصدق ہوئے۔ اگر آپ میں کوئی امر راست بازی کے خلاف ہوتا تو یہ یقینی بات ہے کہ ان لوگوں کے مشاہدہ سے وہ نہ بچ سکتا تھا۔ اس لئے ان کے ایمان میں آپ کی کامل راستبازی کی قطعی اور یقینی شہادت ہے تیسرے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے آپ کی عمر ابھی چھوٹی تھی۔ مگر چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوطالب کی تولیت میں ہی پرورش پائی تھی۔ اس لئے حضرت علی کا تعلق بھی آپ سے بہت تھا ابوطالب خود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے مقابل میں نبی کریم کی ہمیشہ حمایت کرتے رہے۔ گو ایمان نہیں لائے۔ اور اپنے چچا کے احسانات کے عوض میں آپ نے حضرت علی رضہ پر یہ احسان کیا کہ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی شادی ان کے ساتھ کر دی۔ اور ان کے ساتھ آپ محبت بھی بہت کرتے تھے حضرت علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں میں چوتھے ہیں۔ پہلے تین خلفا حضرت ابوبکر۔ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہیں +

اسلام کے اقرار اور اعلان میں حضرت خدیجہ رضؓ۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے بعد بلال رضؓ اور زید رضؓ ہیں۔ یہ دونوں بھی تاریخ اسلام میں مشہور انسان ہیں۔ زید اصل میں ایک غلام تھے۔ جو حضرت خدیجہ کے پاس تھے اور آپ نے انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیا مگر جیسے کہ آپ کی عادت تھی آپ نے فوراً انہیں آزاد کر دیا۔ اور آپ کے اخلاق حسنہ کا اس قدر اثر زید رضؓ پر تھا۔ کہ جب اُسکے والد مکہ میں آئے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اسکے بیٹے کو اُس کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے تو آپ نے فرمایا کہ زید کو اختیار ہے اگر وہ جانا چاہے تو چلا جائے۔ چنانچہ جب حضرت زید رضؓ کے والد نے اُن سے پوچھا کہ تم یہاں رہوگے یا میرے ساتھ چلوگے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں کسی شخص کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ حتیٰ کہ اپنے والدین کو بھی نہیں۔ یہ آپ کے ہی اخلاق کریمانہ کا اثر تھا جس نے ایک شخص کو اس طرح رام کر لیا کہ ماں باپ سے بھی بڑھ کر وہ آپ سے محبت کرنے لگا۔ اور ایمان کی حقیقت بھی یہی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ حتیٰ کہ اس کے باپ اور بیٹے سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔ اس تعلق کے اظہار نے زید رضؓ کی محبت کو اور بھی

کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں بڑھا دیا۔ اسی شدید تعلق محبت کی وجہ سے ہی جو زید کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی کہ اُس نے اپنے ماں باپ کی بھی پروا نہ کی زید کو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے تھے۔ زید کے اس جواب پر اس کا والد واپس چلا گیا۔ اور زید کو اس قدر خوش پاکر کہ اسے والدین کی بھی پروا نہیں وہ بہت خوش ہوا۔ آگے چلکر ہم دیکھیں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی زید رضہ پر اس کے اس تعلق محبت کی وجہ سے کس قدر احسان کیا کہ قریش کی ایک عظیم الشان عورت زینب رضہ کا جو خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپی کی بیٹی تھیں اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حالانکہ آزاد شدہ غلاموں کو عرب میں کبھی اتنی عزت نہیں دی گئی تھی۔ مگر اسلام کی اخوت نے ایک حقیقی جمہوریت کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ اور قومیت اور رنگ کے تمام امتیازات کو مٹا دیا تھا۔ اس کے بعد اور کئی لوگ اسلام میں داخل ہوئے جن میں قابل ذکر نام طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبدالرحمٰن کے ہیں۔ ابوعبیدہ بھی جو ایک نہایت مشہور انسان تھے۔ دولتِ اسلام سے مستفید ہوئے۔ کئی عورتیں بھی اسلام کے اندر داخل ہوئیں۔ انہی میں اسما حضرت ابوبکر کی بیٹی ہیں۔

پہلے تین سالوں میں نسبتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ حق میں کم تکلیف پیش ہوئی اور مخالفت کچھ زیادہ نہ تھی۔ صرف لوگ اس بات پر تعجب کرتے ہوئے گذر جاتے کہ یہ شخص آسمان سے وحی پانے کا

دعویٰ کرتا ہے لیکن جب آپ نے کھلے طور پر عرب کی توہم پرستی اور جن بھوت کی پرستش کو بُرا کہا جب ان کی بت پرستی پر علانیہ حملہ کیا گیا تو مخالفت کی آگ بھی بھڑک اٹھی۔ لوگ صدیوں سے بتوں کی پوجا کرتے چلے آئے تھے۔ اور بت پرستی نے یہاں تک اس قوم پر تسلط پا لیا تھا کہ خود کعبہ میں جو توحید کا گھر تھا تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے گئے تھے۔ تاکہ ان کی تعداد سال کے دنوں کے برابر ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہر قبیلہ اپنا الگ بت رکھتا تھا۔ ان میں سے تین بڑے معزز بت سمجھے جاتے تھے یعنی لات عزیٰ اور منات۔ بلکہ ان کے شب و روز کے کاروبار میں بت پرستی کا دخل ہو گیا تھا۔ اور یہاں تک بڑھے کہ بن گھڑے پتھروں کو بھی پوجا کے لئے ساتھ لے لیتے تھے۔ تاکہ اپنے سفروں میں ان کی پوجا کرتے رہیں پس ایسے لوگوں کے اندر بت پرستی کی مخالفت کوئی معمولی امر نہ تھا۔ مذہب پر حملہ سب حملوں سے زیادہ محسوس ہوتا ہے اور اپنے بتوں کی تحقیر سُن کر لوگ آگ ہو گئے۔ مخالفت نے اس قدر زور پکڑا کہ اس سے کوئی مفر نظر نہ آتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے پہلے پہلے تو اس مخالفت کا مقابلہ کیا۔ مگر جب قریش کے سارے سردار بگڑتے نظر آئے۔ تو اس نے بھی آنحضرت پر کچھ دباؤ ڈالنا چاہا۔ اور آپ سے یہ کہا کہ لوگوں کے بتوں اور دوسری پوجا کی چیزوں کی مذمت کرنا آپ چھوڑ دیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ ناممکن ہے اور جب تک میں جیتا ہوں اس کام سے دست بردار نہیں ہو سکتا

ابوطالب گو دل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا قایل تھا۔ اور آپ کو کہہ بھی چکا تھا۔ کہ میں آپ کو امین سمجھتا ہوں اور جھوٹ کو آپ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ مگر قوم کا دباؤ بھی بڑا تھا اُس نے آپ کو سمجھانا چاہا کہ اس طرح پر قوم میں فساد پیدا کرنا اور دشمنی کا بیج بو دینا اچھا نہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواہ اس کام میں آپ کی جان بھی جاتی رہے مگر آپ اسے ترک نہیں کر سکتے تب ابوطالب نے سمجھ لیا کہ آنحضرت کو اس کام سے روکنا بے سود ہے اور آپ کو کہہ دیا کہ آپ جس طرح چاہیں وعظ کریں میں دشمنوں کی آپ سے مدافعت کرتا رہوں گا

اس پر قریش کے سردار اور عمایدبہت گھبرائے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ابوطالب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت پر اور آپؐ کا ساتھ دینے پر تُلا ہوا ہے۔ اور اس طرح بنی ہاشم گویا آپ کے ساتھ ہیں پس آپ کی علانیہ مخالفت یا آپ کو قتل کر دینے کا نتیجہ ساری قوم بنی ہاشم کے مخالف ہوگی۔ پس انہوں نے کوشش کی کہ ابوطالب کو اور طرح سے ورغلائیں پس بڑے بڑے رؤسائے قریش کا ایک وفد اُس کے پاس گیا اور ایک نہایت خوبصورت لڑکا ولید کا بیٹا عمارہ اُس کے سامنے پیش کیا کہ اس کو بجائے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اپنا بھتیجا سمجھ لے اور آپ کو قریش کے حوالے کر دے تاکہ اپنے خداؤں کی توہین کا جس طرح سے چاہیں آپ سے بدلہ لیں اور ساتھ

ہی یوں کہا کہ اس شخص کو اپنا بھتیجا بنانا تمہارے شایاں شان نہیں جو تمہارے اور ہمارے مذہب کی توہین کرتا ہے۔ اس لئے اس کی جگہ ہم ایک بہتر لڑکا پیش کرتے ہیں۔ ابوطالب نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات سے بخوبی آگاہ تھا۔ کیونکہ بچپن سے آپ اس کی نگرانی میں رہے تھے۔ کہا "اگر اونٹ جو شام کو باہر سے چر کر گھر میں آتے ہیں ان بچوں کی طرف جا سکتے ہیں۔ جو ان کے اپنے نہیں تو میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالہ کر سکتا ہوں"۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر چارپائے بھی اپنی اولاد کی جگہ دوسروں کو نہیں لیتے تو اس سے جو کہ ایک انسان تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ کے کمالات سے بخوبی آگاہ تھا یہ امید کیونکر رکھی جا سکتی تھی۔ کہ وہ اپنے بھتیجے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اس کی جگہ فرض کرے گا÷

ابوطالب نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ آپکا مذہب بہت دلکش اور معقول ہے اور کہ اس سے بہتر کوئی مذہب نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ خود دیانت اور امانت میں سب سے بڑھکر تھے اور میں جانتا ہوں کہ آپ محض ہمدردی اور خیر خواہی سے مجھکو اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ اور آخر پر کہا کہ "آپ کی موجودگی سے میری آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ لیکن میں لوگوں کی ملامت کے خوف سے آپ کے مذہب کو قبول کرنے سے ڈرتا ہوں۔ تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دشمنوں کے خلاف میں ہمیشہ آپ کی نصرت اور تائید کروں گا" (زرقانی)

مکہ کے معززین روز بروز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ترقی کرتے گئے۔ ولید بن العاص۔ الحرث۔ اسود بن یغوث اور ابوجہل جو کہ مکہ کے سرداروں میں سے تھے انہوں نے یہ ٹھیکہ لے رکھا تھا کہ جس طرح سے ہو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی جائے۔ لیکن آپ کا ایمان اللہ تعالےٰ پر ایسا کامل و راسخ تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ اپنے اصل مقصد سے اِدھر اُدھر نہیں ہوئے۔ گویہ پانچ آدمی مکہ کے ایک ایک گھر میں لوگوں کو یہ ترغیب دیتے پھرے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں کو ہر ممکن طریق پر تکلیف دی جائے کیونکہ یہ شخص تم لوگوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنے باپ دادوں کا مذہب چھوڑ دو اور صرف ایک خدا پر ایمان رکھو۔

حج کے موسم کے آنے پر انہوں نے اور بھی زیادہ کوشش کی۔ کہ آپ کے دین کی ترقی کی راہ میں روکاوٹیں ڈالی جائیں۔ بڑے بڑے اہل الرائے کی ایک منتخب مجلس بلائی گئی۔ تاکہ سب اتفاق سے ایک رائے قائم کر کے اس طریق پر اشاعت اسلام کے کام کو روکیں چنانچہ سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ بڑے بڑے شاہراہ جن سے مختلف اطراف سے لوگ مکہ میں آتے ہیں ان سب پر اپنے آدمی متعین کر دینے چاہئیں جو ہر ایک باہر سے آنے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پہلے سے ہی بدظن کرتے رہیں تاکہ کوئی آپ کی بات ہی نہ سننے پائے۔ اس پر سوال یہ ہوا کہ یہ پھر یدا رجو مختلف

راہوں پر بیٹھیں گے مناسب یہ ہے کہ وہ سب کے سب آنحضرت کے متعلق ایک ہی خیال کا اظہار کریں پس وہ الفاظ کیا ہوں اس پر مختلف تجویزیں پیش ہوتی رہیں۔ ایک نے کہا کہ ان کو چاہیئے کہ وہ سب کے سب یہ کہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ایک کاہن ہیں۔ یعنی کہانت کے ذریعہ سے کچھ آیندہ کی پیشگوئیاں کرکے لوگوں کو اپنے پیچھے لگانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس مجلس کے پریزیڈنٹ ولید بن مغیرہ نے کہا خدا کی قسم وہ کاہن نہیں جیسا کہ ہم کاہنوں کو جانتے ہیں بلکہ کاہن سے ان کو کچھ بھی مشابہت نہیں ہے ایک اور نے کہا کہ اچھا پھر یہ کہنا چاہیئے کہ وہ مجنون ہے۔ اس پر میر مجلس نے کہا خدا کی قسم وہ مجنون نہیں کیا ہم جنون کو نہیں پہچانتے۔ اس میں کسی قسم کی دیوانگی کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ایک اور بولا کہ یہ مشہور کیا جائے۔ کہ یہ ایک شاعر ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں یعنی محض اپنی قوت متخیلہ سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانا چاہتا ہے۔ اور اس کے کام کی بنیاد کچھ بھی نہیں میر مجلس کو یہ رائے بھی پسند نہ آئی۔ اور اس نے کہا شاعری کی کیفیات کو ہم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے محض تخیل اور شاعرانہ خیالات محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں نہیں پائے جاتے۔ چوتھی آواز یہ آئی۔ کہ آپ کو ساحر کے نام سے بدنام کیا جائے۔ پریزیڈنٹ نے کہا ساحر تو وہ قطعاً نہیں۔ تب سارے وکلاء نے حیران ہو کر میر مجلس سے پوچھا۔ کہ پھر کیا کہا جاوے اس نے کہا اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کی باتوں میں شیرینی ہے۔ اور

جو کچھ ہم اس کی نسبت کہیں گے وہ بیہودہ ہوگا۔ لیکن چونکہ ہماری غرض یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے روکا جائے اور متنفر کیا جائے۔ بہرحال ہمیں کسی ایک بات پر متفق ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ہم یہی تجویز کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک ساحر ہے جو بیٹیوں کو ان کے والدین سے عورتوں کو اُن کے خاوندوں سے بھائیوں کو بھائیوں سے اور باپوں کو اُن کے بچوں سے الگ کر دیتا ہے (زرقانی)، اس لئے یہی طریق اختیار کیا گیا۔ اور مکہ کے اندر جس قدر رستے آتے تھے اُن سب پر پہریدار متعین کر دیئے گئے۔ ان مجوزین نے تجویز تو یہ اس غرض کے لئے کی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو روکیں مگر نتیجہ برعکس ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں کے ذریعہ سے ایسے لوگوں کو بھی آپ کا علم ہو گیا جو ویسے بےخبر رہتے اور یہ لوگ اس خبر کو اپنی قوموں میں لے گئے اور ان لوگوں تک اس کو پہنچایا جو حج کے لئے نہ آ سکتے تھے۔ اس طرح پر سارے ملک عرب میں آپ کا چرچا پھیل گیا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہر کی قوموں میں سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے ۔

جو لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے ابوجہل اُن پر بہت سختی کرتا تھا وہ اُن کو گالیاں دیتا اور نہایت فحش الفاظ میں ان کا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا۔ اس کے اشارہ سے ہر قسم کی غلاظت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر پھینکی جاتی۔ جب آپ کعبہ میں نماز میں مصروف ہوتے۔ اور ایسا ہی ان کی گھروں کے

دروازوں پر پھینک آتے۔ ایک موقعہ پر آنحضرت صلعم پر ایک وحشیانہ حملہ کیا گیا۔ عقبہ نے جو عرب کے سرداروں میں سے ایک تھا ایک کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر اسے مروڑا اور اس طرح پر آپ کو گھسیٹنا لگیا اس موقعہ پر حضرت ابوبکر پہنچ گئے اور آپ کو اس ظالم کے ہاتھ سے چھڑایا اور سب دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا اتقتلوا رجلا ان یقول ربی اللہ کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے +

ایک موقعہ پر ایک بڑا بھاری بوجھ اس وقت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا گیا جب آپ سجدہ کی حالت میں تھے اس کا بوجھ اس قدر تھا کہ آپ اُٹھ نہ سکتے تھے جب آپ کے صحابیوں کو پتہ لگا تو وہ دوڑے آئے سب سے پہلے حضرت فاطمہ رض پہنچیں جو اس وقت ابھی ایک لڑکی تھیں۔ اور انہوں نے ہی جا کر آپ کی پیٹھ کو اس بوجھ سے ہلکا کیا حضرت فاطمہ رض کو کسی نے کچھ نہیں کہا کیونکہ آپ کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی بہت عزّت کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم دوسروں کو بھی یہی تھی کہ اپنی اولاد کی عزت کرو۔ اکرموا اولادکم۔ اور آپ بچّوں سے محبت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ خود ساری عمر اپنی لڑکی فاطمہ رض کی عزت کرتے رہے چنانچہ جب حضرت فاطمہ رض کی شادی ہو گئی اور آپ حضرت علی رض کے گھر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ کھڑے

ہوکر اُن کا استقبال کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح پر اپنی اولاد کے ساتھ بھی اعلیٰ سے اعلیٰ برتاؤ آپ کا تھا۔ اس طرح عرب کے لوگوں کو یہ بھی سمجھانا مقصود تھا کہ لڑکیوں کے حقوق کی پوری نگہداشت کریں اور انہیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ چنانچہ بعد میں آپ نے عورتوں اور لڑکیوں کے متعلق ہر قسم کی قبیح رسومات کا قلع قمع کیا۔ اور عورتوں کی حالت میں بڑی بڑی عظیم الشان اصلاحات کیں +

ابو جہل شیبہ بن ربیعہ اور عقبہ کی مخالفت بالخصوص ایسی شدید ہوگئی کہ اور جو مظالم وہ نومسلموں پر کرتے تھے وہ اس حد تک پہنچے کہ بہت سے لوگوں کو اب اپنے وطن عزیز میں زندگی کے دن کاٹنا محال نظر آنے لگا۔ اس لئے کئی مسلمان مردوں اور عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت چاہی کہ وہ وطن کو ترک کردیں اور ہجرت اختیار کریں۔ گو آپ کے ساتھیوں کی تعداد اس وقت نہایت قلیل تھی۔ مگر مجبوراً اُن کی جانوں کے بچاؤ کے لئے آپ کو ہجرت کی اجازت دینی پڑی۔ اور ایک تعداد نومسلموں کی حبش میں پہنچ گئی۔ جب قریش نے دیکھا کہ یہ لوگ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تو انہوں نے اپنا ایک وفد نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا جس نے نہ صرف بادشاہ کو یہی کہکر اکسایا کہ ان لوگوں نے ہمارے دین کو ترک کر دیا ہے اور اپنی ہی قوم کے مخالف اور دشمن ہوگئے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسےٰ کو بھی برا کہتے ہیں۔ تاکہ نجاشی جو عیسائی تھا جوش میں آجائے اور مسلمانوں

کا دشمن ہو جائے۔ مگر ان کی ساری کوششیں ناکام ہوئیں جب نجاشی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق عیسائیت کی تعلیم کو سُنا تو اُس نے کہا حضرت عیسٰی اس سے بڑھکر نہ تھے جو اسلام کہتا ہے۔ یعنی وہ ایک راستباز انسان تھا خدا نہ تھا۔ مسلمانوں نے جب اپنی حالت کا جس حال میں وہ پہلے تھے اور جس راہ پر اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لگایا نقشہ کھینچا تو نجاشی نے قریش کے وفد کو صاف جواب دیدیا۔ کہ میں ان پناہ گزینوں کو تمہارے حوالے نہیں کرسکتا۔

ان تمام مشکلات اور مصائب کے اندر مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی۔ عرب کا ایک نامور میدان مرد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا۔ حضرت حمزہ رضہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ حمزہ رضہ چالیس اور پچاس سال کی عمر کے درمیان تھے اور انہوں نے پورے چھ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی پر غور کرنے کے بعد اور ان کی صداقت کا یقین حاصل ہو جانے کے بعد آپ کا ساتھ دیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ فوراً کعبہ میں چلے گئے۔ تاکہ اپنے اسلام کا اعلان عام کردیں اور لوگوں کو یہ بتادیں کہ وہ ایسے شخص کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچانا چاہے اپنا دشمن جانیں گے۔ ان کے اس اعلان کا اچھا اثر ہوا اور کچھ وقت تک وہ مظالم جو غریب مسلمانوں پر بیدردی سے کئے جاتے تھے کم ہو گئے۔ رؤسائے مکہ نے حضرت حمزہ رضہ کو یہ ترغیب دی اور ملامت بھی کی کہ تم کس طرح اپنے آباؤ اجداد کے

مذہب کو ترک کر کے ایک ایسے شخص کا مذہب قبول کرتے ہو جو کعبہ کے بتوں میں سے کسی کو تسلیم نہیں کرتا اور صرف ایک خدا کو مانتا ہے لیکن حمزہ رض نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی راستبازی اور دیانت امانت پر پوری اطلاع رکھتے تھے۔ اور انہوں نے بہت غور و فکر کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اس لئے سرداران قریش کی ترغیب اور ملامت کا اثر ان پر کچھ نہ ہوا۔ اسلام کے دشمنوں کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ حمزہ جیسا نامور آدمی بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی وجہ سے اور بھی بہت سے لوگ اسلام کی طرف چلے جائیں گے۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح پر باوجود شدید ترین مخالفت کے اسلام روز بروز ترقی کرتا چلا گیا۔

ایک موقعہ پر پھر مکہ کے رئیسوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کام سے رکنے کی ترغیب دینی چاہی اور ایک عظیم الشان وفد جس میں عتبہ۔ شیبہ۔ ابن حرب الاسود۔ ولید بن مغیرہ ابوجہل امیہ بن خلف و دیگر رؤسائے عظام موجود تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں کہ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو ترک کر کے ایک نیا مذہب قائم کیا جائے۔ اور بتوں کی پرستش کو برا کہا جائے۔ تم نے اپنے والدین کو ذلیل کیا ہے۔ اور تم سارے لوگوں کی عقلمندی کی باتوں کو جہالت سمجھتے ہو۔ تم بتوں کو برا کہتے ہو۔ اور ہر طرح پر تم نے ان کی عبادت پر حملہ کیا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس وفد کی کچھ پروانہ کی اور جواب میں کہا کہ تو ہم پرستی کے عقیدے انسان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ صرف خدائے واحد کی عبادت سے انسان اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق اور روحانی مراتب کو پاسکتا ہے وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ لیکن ایک مرتبہ پھر وہی ہی کوشش کی مگر اس دفعہ لالچ دے کر آپ کو اس کام سے روکنا چاہا۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک یعنی عقبہ کو منتخب کیا کہ وہ آپ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرے اور یہ کہے کہ قریش اس بات پر راضی ہے کہ آپکو اپنا بادشاہ تسلیم کریں۔ اور زر و مال جس قدر آپکے پاؤں میں لا ڈالیں۔ اور خوبصورت عورت جسے آپ پسند کریں وہ آپکے نکاح میں دیدیں۔ یا اور کوئی امر جسکی آپ خواہش کریں پورا کر دیں۔ بشرطیکہ بتوں کی تحقیر چھوڑ دیں۔ عقبہ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں جو گفتگو ہوئی اس میں عقبہ نے اپنی گذارش کو مؤدبانہ رنگ میں پیش کیا۔ اور یوں خطاب کیا۔ "اے میرے بھائی کے بیٹے آپ ہمارے ہی خاندان میں سے ہیں اور جس مقام پر ہم ہیں اس اعلےٰ مقام پر آپ بھی ہیں۔ مگر یہ تبلیغ کا کام جو آپ نے شروع کیا ہے یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور اس سے قوم میں فساد پھیل رہا ہے۔ آپ ہمارے بتوں کی تحقیر کرتے اور ہمارے خداؤں کی تکذیب کرتے ہیں اور ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ جن باتوں کو ہمارے باپ دادا مانتے تھے ان کو ترک کر دیں۔ میں آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ انہیں توجہ سے سنیں ممکن ہے کہ آپ غور کریں تو ان میں سے کسی بات کو آپ پسند کریں"۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نرمی کے لہجہ میں فرمایا۔ بہت بہتر اے ابا ولید۔ جو کچھ آپ کہیں میں اُسے سننے کو تیار ہوں۔ اس پر عقبہ نے خوش ہو کر کہا اے میرے بھائی کے بیٹے اگر آپ سنیں تو اب میں بیان کرتا ہوں +

اس کے بعد اُس نے وہی سب تجاویز آپ کے سامنے پیش کیں جب وہ سب باتیں کہہ چکا تو آپ نے دریافت کیا کہ اے ابا ولید کیا آپ نے اپنی بات پوری کر لی۔ اُس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اب جو کچھ میں کہوں اُسے آپ بھی سن لیں گے۔ اُس نے کہا بیشک تب آپ نے سورہ حم السجدہ کی ابتدائی آیات اس کے سامنے پڑھنی شروع کیں۔ حم ہ تنزیل من الرحمن الرحیم ہ کتب فصلت ایاتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون ہ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود پس اگر وہ مونھ پھیر لیں تو کہدے کہ میں تمکو اس قسم کی سزا سے ڈراتا ہوں جس قسم کی سزا عاد وثمود پر آئی تھی۔ اس انذار کو سن کر عقبہ گھبرا گیا اور آپ سے درخواست کی کہ اب اور نہ پڑھیں۔ گو وہ ایک جنگجو آدمی اور بڑے مضبوط دل کا انسان تھا۔ مگر اس کلام کا اس پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اُسے اس قدر بھی جرأت نہ ہوئی کہ یہ جواب واپس جا کر اُن لوگوں کو سنائے جنہوں نے اُسے اپنا وکیل بنا کر بھیجا تھا۔ بلکہ کئی دنوں تک وہ اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا اور بالکل ملاقات ترک کر دی۔ لوگ متعجب تھے کہ یہ کیا

بات ہے۔ اور آخر وہ خود اس کے پاس پہنچے کہ اس سے دریافت کریں کہ اسے کیا جواب ملا۔ بلکہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہاں تک گمان گذرا کہ عتبہ مسلمان ہوگیا ہے جب اس پر بہت سوالوں کی بوچھاڑ ہوئی تو آخر اس نے اُنہیں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی جھوٹ نہیں بولتے جس خلوص دل سے انہوں نے بات کہی اور پھر اس کے ساتھ جو مرعوب کردینے والی وحی انہوں نے سنائی اس نے مجھے ڈرا دیا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ واقعی عذاب الٰہی ہی ہم پر آجائے۔ اور اس وجہ سے میں نے تنہائی اختیار کرلی ہے اگر تم میری بات مانو تو ان کو چھوڑ دو کہ جس طرح چاہیں کریں تم اس کے راہ میں مخل نہ ہو۔ اگر وہ مظفر و منصور ہو تو اس کی فتح ہماری ہی فتح ہوگی کیونکہ وہ ہماری قوم میں سے ہے اس کی عزت ہماری ہی عزت ہے" اس صاف گوئی پر لوگوں نے کہا "خدا کی قسم تم پر بھی اس کے سحر کا اثر ہوگیا ہے" بجواب اس نے صرف اس قدر کہا۔ کہ میں نے اپنی رائے تم پر ظاہر کردی ہے ؛

ایسے ہی ایک موقعہ پر جب قریش کے سردار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف منصوبے کر رہے تھے۔ ایک قوم کے سردار النضر نے کہا۔ کہ تمہاری ایک تدبیر کے خلاف تو میں ابھی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ناکام رہے گی۔ کیونکہ جو کچھ بھی تم آنحضرتؐ کے خلاف کہو۔ لوگ ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔ کیونکہ وہ سب آپؐ کو اچھی طرح سے جانتے ہیں

آپؐ ان کے اندر پیدا ہوئے اور بڑے ہوئے۔ اور وہ بچپن سے آپؐ کے سارے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے آپؐ کو جوانی میں بڑھتے دیکھا ہے۔ اور وہ سب آپ سے محبت کرتے ہیں۔ امانت اور صداقت میں آپؐ ہمیشہ سے مشہور رہے ہیں۔ اب جب اس قدر نیکی اور راستبازی ان کی جوانی کے ایام میں پائی گئی ہے تو کس طرح اس عمر میں پہنچ کر اس کے خلاف ان کے متعلق تم کچھ کہہ سکتے ہو اور کیا تم صرف اسی لئے یہ باتیں کہتے ہو کہ وہ ایک ایسا پیغام لائے ہیں جس کو تم پسند نہیں کرتے۔ خدا کی قسم وہ نہ ساحر ہے۔ نہ خواب بین ہے۔ نہ کاہن ہے نہ مجنوں ہے (دیکھو زرقانی)

مگر اس کے مشورہ کو متکبر دشمنوں نے پسند نہ کیا۔ اور آپؐ کو تکلیف پہنچانے کے منصوبے وہ ہمیشہ کرتے رہے۔ آپؐ کو اور آپکے ساتھیوں کو دُکھ دیتے رہے۔ عمار رضؓ کا والد یاسر بڑے ظلم کے ساتھ مارا گیا۔ اور اُن کی والدہ سمیہ کو خود ابوجہل نے وحشیانہ طریق پر برچھی مار کر مار دیا۔ اس بات پر بحث ہوئی ہے کہ خاوند پہلے مارا گیا۔ یا بی بی۔ مگر اکثر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس نے شہادت کا پیالہ پیا وہ ایک عورت ہی تھی۔ اور اس وقت بھی جب اس کو معلوم ہو گیا کہ اس کے اظہار اسلام کا نتیجہ ایک خطرناک مصیبت کا سامنا ہو گا۔ اس نے اپنے مذہبی عقیدہ کو چھپایا نہیں۔ بلکہ بڑی جوانمردی سے اس کا اعلان کیا اور اسلام کو بھنا و

رغبت قبول کیا۔

بلالؓ جو ایک حبشی غلام تھے۔ اُن کو بھی توحید الٰہی کے اقرار کی وجہ سے بڑے بڑے مصائب اُٹھانے پڑے۔ اُسے جلتے ہوئے پتھروں پر ڈالا گیا۔ اور عرب کے بیابان کی جلتی ہوئی دھوپ میں رکھا گیا کہ وہ اسلام سے انحراف کرے۔ مگر اُس نے سب مصیبتوں کو اسلام کی نعمت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا۔ اُس کو ایک شخص کے سپرد کیا گیا کہ اسے مکّہ کے بازاروں میں پھرائے اور اسلام پر اصرار کی وجہ سے اسے کوڑے لگائے۔ مگر اُس کا ایمان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسا مضبوط تھا کہ یہ سب مصائب اُس کو ہیچ نظر آتی تھیں۔ اور خطرناک سے خطرناک اذیّت کے پہنچائے جانے پر بھی۔ بلکہ حالتِ بیہوشی میں بھی اُس کے مونہہ سے ایک ہی آواز نکلتی تھی احد۔ احد خدا صرف ایک ہے۔ خدا صرف ایک ہے۔ اسکے گلے میں رسّے ڈالے گئے جن کے ذریعہ سے اسے زمین پر گھسیٹا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن زخمی ہو گئی۔ اور طرح طرح کے دکھ اُسے دیئے گئے اور آخر حضرت ابوبکرؓ نے اسکو قیمت دیکر اسے آزاد کرایا اور ان مصائب سے نجات دلائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اور بھی کئی ایک غلام کو اسی طرح کفار کے پنجہ سے چھڑایا اور کئی غلام مردوں کے علاوہ لونڈیاں بھی اسی طرح اُن کے ظالم مالکوں سے خرید کر رہا کی گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے ان کاموں کی وجہ سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔ حالانکہ آپ کی ایسی فیاضی کی وجہ سے پہلے وہی لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان مشکلات نے حالات کو اور بھی خطرناک

کر دیا۔ایک موقعہ پر جناب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان مصائب سے جو مسلمان اٹھا رہے تھے۔ اطلاع دینے کے لئے کعبہ میں گئے جہاں آپ اطمینان سے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔اس پر جناب کو حیرت ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ان دشمنان دین پر بددعا کیوں نہیں کرتے اور اُن پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے جو ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو خطرناک اذیتیں پہنچا رہے ہیں محض اس لئے کہ وہ اسلام سے منحرف کیوں نہیں ہوتے اور اس دین سے توبہ کیوں نہیں کرتے۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تسلی دی اور فرمایا اللہ تعالےٰ ہمیں غالب فرمائیگا اور یقیناً وہ وقت بھی آئیگا کہ جب ایک مسافر صفا سے حضرموت تک بلاخوف وخطر سفر کرسکیگا یہ پیشگوئی بعد میں کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔جب اسلام کی بادشاہت عرب میں قایم ہوگئی۔بالآخران مصائب نے جو ناقابل برداشت ہوگئی تھیں۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مجبور کیا کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کو ملک حبش کی طرف جہاں نجاشی بادشاہ تھا ہجرت کا مشورہ دیں جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ ان ابتدائی مہاجرین میں بعض اسلامی لیڈر بھی تھے۔انہی میں حضرت عثمان اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رُقیہ حضرت عثمان کی بی بی بھی تھیں +

انہی ایام میں عرب کے ایک بڑے عظیم الشان انسان نے

جو اب تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطرناک دشمنوں میں سے تھا۔ اسلام کی صداقت کو محسوس کیا۔ اور آخر اس پاک مذہب کو قبول کر کے اسلام کا ایک بڑا بھاری معاون ثابت ہوا۔ یہ حضرت عمرؓ تھے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دوسرے جانشین ہوئے۔ آپ کی شہرت نہ صرف اس لئے ہے کہ آپؓ دنیا کے ایک عظیم الشان مدبر ثابت ہوئے۔ بلکہ آپ کا عدل کا قائم کرنا۔ راستبازی اور انصاف میں ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ قائم کرنا۔ اور بیت المال کے اموال میں بڑے درجہ کی احتیاط کو برتنا ان سب امور میں آپ کی شہرت کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ مگر قبول اسلام سے پہلے آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے معاند تھے حتیٰ کہ آپؐ کی جان لینے کے درپے رہا کرتے تھے۔ اور آپ کے قبول اسلام کی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ ایک دن آپ اس پختہ ارادے سے گھر سے نکلے۔ کہ جو کچھ اب ہو آج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اور اُن کے اس ارادہ پر اطلاع پا کر اُس نے کہا کہ تم اسلام کے اس قدر دشمن ہو۔ مگر تمہارے اپنے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ نے متعجب ہو کر دریافت کیا کہ تم کیا کہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ تمہاری ہمشیرہ مسلمان ہو گئی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور آپ نے سیدھا اپنی ہمشیرہ کے گھر کا رُخ کیا۔ اس وقت

اُن کی ہمشیرہ قرآن کریم پڑھ رہی تھیں۔ کیونکہ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے وہ اس پاک کتاب کی تلاوت کو اپنے لئے غذا سمجھتے تھے حضرت عمرؓ کچھ دیر تک دروازہ سے باہر کھڑے سنتے رہے۔ اور آخر دروازہ کو کھٹکھٹانے پر اُن کی ہمشیرہ نے دروازہ کھولدیا مگر کھولتے ہی حضرت عمرؓ کے غضبناک چہرہ کو دیکھکر وہ سخت خائف ہوئے۔ تب انہوں نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ اے اپنی جان کے دشمنو! میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنے مذہب کو چھوڑ دیا ہے تب انہوں نے اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کیا۔ اُن کی ہمشیرہ نے اپنے خاوند کو چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر اُن کو بھی اس کشمکش میں چوٹیں آئیں۔ اور اُن کا خون بہنے لگا۔ تب اُنہوں نے اپنے بھائی سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ ہم تو اسلام کو قبول کرچکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ جو کتاب تم پڑھ رہی تھیں وہ کیا تھی میں بھی اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر قرآن کریم کو وہ حضرت عمرؓ کے اندر آنے سے پہلے چھپا چکے تھے۔ اور اُن کی ہمشیرہ نے دکھانے سے انکار کیا۔ اور آخر اُن کے اصرار پر کہا کہ تم نجس ہو اور اس پاک کتاب کو نہیں چھو سکتے۔ آخر جب بہت اصرار ہوا تو اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ پہلے غسل کریں۔ جب اُس کی تعمیل کی گئی تو سورہ طٰہٰ (قرآن کریم کا وہ حصّہ جو اُس وقت اُن کے پاس موجود تھا) لائی گئی۔ اور حضرت عمرؓ نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ جب اس کا کچھ حصہ

آپ پڑھ چکے تو آپ کے دل پر اُسکی صداقت کا اور عظمتِ الٰہی کا ایسا اثر ہُوا کہ آپ وہیں بول اُٹھے کہ میں اِس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسُول ہیں۔ وہاں سے وہ سیدھے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صحابہ کی ایک جماعت کو تعلیم دے رہے تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی آواز سُن کر دروازہ کھولنے سے انکار کر لیا۔ کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بڑے خطرناک ارادے رکھتے ہیں۔ آخر ان کے بار بار دروازہ کھٹکھٹانے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود دروازہ کھولنے کا ارشاد فرمایا مگر دروازہ کھولتے ہی دو آدمیوں نے دائیں اور بائیں سے آپ کو پکڑ لیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس حالت میں اُن کو لایا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ انہیں چھوڑ دو اور قریب آنے دو۔ اس حکم کی تعمیل ہونے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابن الخطاب اللہ پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالےٰ تم کو ہدایت کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اُس کے نبی ہیں۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اور سارا مکان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا

حضرت عمرؓ کے اعلانِ اسلام سے مسلمان کو بہت تقویت ملی اور اب انہوں نے علانیہ نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ حضرت عمرؓ نے خود بھی اس بات پر زور دیا کہ ہم کو چھپ کر نمازیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ کیونکہ ہم حق پر ہیں اور حق پر ہو کر ہم کسی سے خائف نہیں ہو سکتے۔ اسی بناء پر حضرت عمرؓ کا نام الفاروق ہو گیا یعنی حق اور باطل میں کھلا فرق کر دینے والا۔ مکّہ والے حضرت عمرؓ کے مخالف ہو گئے۔ مگر آپ اُن کی مخالفت سے خائف نہ ہوئے اور اسلام کی حمایت میں کارنمائے نمایاں کر کے دکھائے مگر اسلام کے دشمنوں نے بھی اپنا رویہ خطرناک کر دیا۔ اور اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف بحیثیت جماعت کوئی ایسی کارروائی کی جاوے جس سے وہ بالکل معدوم ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہدیا کہ اگر تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑو گے تو ہم تمہارے ساتھ سارے تعلقات منقطع کر دیں گے اور کسی قسم کا معاملہ تمہارے ساتھ نہیں کریں گے چنانچہ آخر انہوں نے یہی کیا اور قریبًا پورے تین سال تک الشعب میں بند رہے اور بڑے بڑے خطرناک مصائب اس زمانہ میں اُن کو اٹھانے پڑے۔ کیونکہ تاجروں نے ہر قسم کے لین دین کو اُن کے ساتھ بند کر دیا۔ ان حالات میں دو بارہ قریبًا اسی آدمی حبش کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے جن میں بچے اور عورتیں بھی تھیں اور یہ حبش

کی دوسری ہجرت تھی۔ قریش نے عرب کے ساحل تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر وہ ایک دن پہلے نکل چکے تھے۔ مگر دشمنان اسلام کا جوش دیوانگی اسلام کے خلاف اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ وہ آخر سمندر کو بھی عبور کر کے خود حبش میں پہنچے اور نجاشی سے درخواست کی کہ مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ نہ دے۔ بلکہ ان کو ان کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کرے۔ اور ان پر طرح طرح کے بہتان باندھے۔ تب نجاشی نے جعفر کو جو مسلمانوں کے امیر تھے بلا بھیجا حضرت جعفر جب نجاشی کے سامنے آئے تو آپ نے ایشیائی درباروں کی طرح زمین کے ساتھ لگ کر نجاشی کو سلام نہ کیا۔ جب بادشاہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے کہا۔ کہ ہمارے مذہب میں سوائے خدا کے کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جایز نہیں ہے۔ تب آپ نے وہ موثر تقریر بادشاہ کے سامنے کی جس میں آپ نے بتایا۔ کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کیا تھے۔ اور آپ کی بدولت ہم نے کیا کیا سیکھا۔ اور کن اخلاق فاضلہ کو پایا۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بڑے بڑے اصول کو بیان کیا اور بتایا کہ کس طرح آپ نے ہر ایک قسم کی بدیوں سے ہم کو نجات دی ہے۔ شراب خوری۔ زنا۔ جوئے خفیہ شادیاں کرنے۔ لڑکیوں اور کمزوروں کو مارنے۔ خون اور مردار کے کھانے اور طرح طرح کی بلاؤں کی پرستش کرنے سے بچایا ہے

کس طرح پر حسد اور خود غرضی سے ہم کو بچایا ہے۔ اور ایک خدا کی عبادت کی اور صدقات وخیرات کی ہم کو تعلیم دی ہے۔ اس تقریر پر مسلمانوں کے دشمنوں میں سے ایک نے کہا۔ کہ یہ لوگ مسیح کی بھی ہتک کرتے ہیں تب جعفر نے کہا۔ کہ ہم حضرت عیسیٰ کو خدا کا ایک نبی مانتے ہیں اور انکی والدہ مریم کو صدیقہ اور راستباز جانتے ہیں اور جو الزام یہودی ان پر لگاتے ہیں ان کو اس سے پاک سمجھتے ہیں۔ یہ سُن کر نجاشی بہت خوش ہوا۔ اور اس نے دشمنان اسلام کی درخواست کو نامنظور کیا۔ اور بالآخر خود بھی اسلام قبول کر لیا +

نمبر ۴

لوگ قرآنی تعلیم کے اسقدر کامیاب تاثرات کو دیکھ کر ہراساں ہوئے۔ اور مسلمانوں کی عبادت اور پرستش کے طریقوں سے انہیں خدشہ پیدا ہوا۔ اور وہ لگے ابودوجانہ کو انہیں اس پیچیدہ الجھن میں گرفتار کرنے کے باعث بُرا بھلا کہنے انھوں نے اسے طرح طرح کی دھمکیاں دیں۔ وہ اس عہد کو توڑنے پر مجبور ہوا۔ جس کے ماتحت حضرت ابو بکرؓ کو امان ملی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ جن کا ایمان خدا تعالیٰ کی ذات پر محکم تھا پکار اٹھے "میں تمہاری پناہ سے نکل کر خالق اکبر کی پناہ میں جاتا ہوں۔ ان مصائب اور تکالیف کی چلتی آندھیو نمیں جو پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے

رفقاء کے سروں پر طوفان برپا کر رہی تھیں۔ قلب نبیؐ کو ایک اور چوٹ لگی۔ کہ جسکے اثر کا اندازہ مشکل ہے یعنی یہ کہ آپؐ کے چچا ابو طالب جو ہر مصیبت اور دکھ میں آپؐ کے ماوا و ملجا تھے۔ اور جن کو آپؐ کی ذات سے عشق تھا۔ اس دنیا سے عالم بقاء کو سدھارے۔ اسی سال آپؐ کی زوجہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ جس کے ساتھ آپؐ کو بیحد محبت تھی۔ اور جس کی ہستی آپؐ کے لئے وجہ اطمینان اور تسلی تھی۔ آپؐ کو داغ مفارقت دیکر ہمیشہ کیلئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ یہ دونوں واقعات سن بعثت سے دس سال بعد ظہور پذیر ہوئے +

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنے چچا کو اس وقت بھی دعوت اسلام دی جب وہ زندگی کے آخری دم توڑ رہا تھا۔ ابو طالب نے کہا " آپؐ مجھے دعوت دیتے ہیں۔ کہ میں موحد ہونے کا اعلان کردوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپؐ ایک سچے اور راستباز انسان ہیں۔ آپؐ کا لقب الامین ہے۔ مگر افسوس کہ میرا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس کے رسوم مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ایسے اعلان سے اجتناب کروں" +

ابو طالب کی بیماری کے دوران میں قریش کے اور اکابر مثل عتبہ۔ شیب۔ ابو جہل۔ امیہ۔ ابن حرب وغیرہ۔ بھی

عیادت کو آتے تھے۔ ان لوگوں کے سامنے ابوطالب نے جو الفاظ کہے۔ وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اعزا و اقربا میں کسقدر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آپؐ کے اخلاق فاضلہ کا کس قدر گہرا اثر ان کے عزیزوں کے دل پر کندہ تھا۔

یا ایھا القریش! تم خدا کے برگزیدہ انسانوں میں سے ہو۔ تم عرب کے بمنزلہ دل کے ہو۔ تم سردار ہو جن کی اطاعت ہوتی ہو۔ اور تم میں وہ ہیں جو جنگوں میں صف اولین میں کھڑے ہو کر نبرد آزمائی کرتے ہیں۔ تمہارے خون میں تہور ہو اور بازوؤں میں زور۔ اور اہل عرب کی کوئی خوبی ایسی نہیں جس سے تم متصف نہ ہو۔ اور کوئی عظمت دنیا کی ایسی نہیں جو تمہارے لئے طرۂ امتیاز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں تمام لوگوں سے اعلےٰ مقام دیا گیا ہے۔ اور لوگ تم سے امداد طلب کرتے ہیں۔ میں تمہیں ایک وصیّت کرتا ہوں جس پر تمہیں عمل پیرا ہونا ہوگا۔ خدا کے اس مقدس گھر یعنی کعبہ کی عزت کرو۔ کیونکہ اس سے خُدا کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہو۔ اور اسی سے غریبوں کی امداد کیجاسکتی ہے۔ آپس میں خونی پیوند کو مضبوط کرلو۔ تاکہ تمہاری زندگیاں ملی ہوں۔ اور تمہاری تعداد بڑھتی رہے۔ والدین کی نافرمانی اور سرکشی سے

بچتے رہو۔ کیونکہ اس سرکشی اور تمرد سے قرون اولے کی اقوام تباہ ہوئی ہیں۔ طالب امداد کی درخواست کو شرف قبولیت بخشو اور فقرا سے نیک سلوک کرو۔ اور سخاوت سے پیش آؤ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تمہاری گفتار پاکیزہ اور راستی سے لبریز ہو۔ امانتوں کو واپس دینے کا التزام رکھو کیونکہ انہیں باتوں سے تم طبقۂ امرا میں محبوب ہو گے۔ اور عوام تمہیں عزت و احترام سے دیکھیں گے۔ میں اپنی وصیت میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے نیک سلوک کرو۔ اور ان سے مہربانی کا برتاؤ روا رکھو۔ کیونکہ وہ الامین ہے۔ علاوہ ازیں معاملات قریش کو پُر امن طریقوں سے سلجھاؤ۔ محمدؐ ہم عربوں میں صدیق کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ہمارے پاس ایسی چیزیں لائے ہیں جس کا اقرار دل تو کرتے ہیں مگر زبانیں ابھی لوگوں کی دشمنی اور عناد کی وجہ سے انکاری ہیں۔ میں خدا کی قسم صاف طور پر دیکھ رہا ہوں کہ عرب کا متوسط طبقہ۔ دیہاتی لوگ اور مفلس لوگ جو اسکی دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں۔ اس کے پیغام کی صداقت پر مہر لگا رہے ہیں۔ اس کی صدا کو گوش اطاعت کیش سے سن رہے ہیں۔ اس کے دعووں کو وہ سچ سمجھتے ہیں۔ اور اسکی دعوت کو مقدس دعوت مانتے ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو صداقت

کے تحفظ پر نثار کرنے کو تیار ہیں۔ اور قریش کے بڑے بڑے لیڈر
انکی سپردگی کرنے کو تیار ہیں۔ مغروروں اور سرکشوں کے گھر
تباہ ہونے کو ہیں مفلس اور غریب لوگ ان پر قابض ہونگے
بڑے بڑے لوگ غریب اور مفلس لوگوں سے اعانت طلب کرینگے
اور وہ لوگ جواب خراب اور زبون حالت میں ہیں وہ دولتمند اور کشادہ
حال ہوجائیں گے۔ عرب کا تمام ملک خلوص اور محبت کی ایک تصویر ہوگا
اور ان کی جانیں محمدؐ کے قدموں پر نثار ہونگی۔ اے اہلِ مکہ! اسکے
دوست بن جاؤ۔ اور اس کو دشمنوں سے محفوظ رکھو۔ میں اللہ
کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کوئی اس کی تقلید کریگا بابرکت بنجائیگا
کاش مجھے چند روز اور زندگی دی جاتی تاکہ میں اسکی حفاظت کرسکتا
اور کبھی بیکسونکو مصیبت سے بچاتا"۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پاگئی
آپ نے پچیس سال تک آنحضرتؐ کی زوجیت میں اطمینان اور خوشی
کی زندگی بسر کی۔ ان دو حادثات کا حضور کے قلب پر بڑا
اثر ہوا۔ آپ کو یہ غم اور اندوہ قریش کی روزمرہ اذیتوں کے باعث
اور بھی زیادہ محسوس ہونے لگا۔ آپ مکہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے
اور طائف کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو پیغام رسالت
سنائیں۔ آپ ایک مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ آپ امرا اور غربا
سبھی کو مخاطب کرتے رہے۔ عام مجمعوں میں لیکچر دیئے۔ اور

انفرادی طور پر بھی لوگوں کو تلقین کی مگر نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی طبیعتیں اپنے مذہب کے خلاف باتیں سنکر جوش میں آئیں۔ آپؐ کا مضحکہ اڑایا گیا۔ آپ پر پتھر برسائے گئے۔ یہانتک کہ بدسلوکی نے یہ رنگ پکڑا کہ آپؐ کو کوڑوں سے مارا گیا۔ اور آپؐ کے جسد مبارک پر پتھروں سے زخم کئے گئے۔ بالآخر آپؐ وہاں سے بھاگے اور ایک باغ میں پناہ لی۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ اور آپ سے نافرمان قوم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر تباہ کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر زخم خوردہ اور مغموم نبیؐ نے فرمایا۔ "میں امید کرتا ہوں۔ کہ خدا ان لوگوں اور انکی اولاد میں سے ایسے آدمی پیدا کریگا جو خدائے واحد کی پرستش کرینگے اور اسکو لاشریک تسلیم کریں گے"۔ مالی آپؐ کیلئے کچھ پھل لایا۔ اور آپؐ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر وہ پھل لے لئے۔ اور یہ مقدس کلمہ اب تک ایسے موقعوں پر مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔ مالی اس سے بہت متعجب ہوا۔ کیونکہ اس نے پہلے کبھی ایسی بات نہیں دیکھی سُنی تھی۔ مالی نے پوچھا۔ "آپؐ کس ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور آپؐ کا کیا مذہب ہے"؟ آپؐ نے فرمایا۔ "میں مقدس یونس کے شہر کا باشندہ ہوں"۔ مالی نے کہا۔ "آپ کو اس نبی سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ وہ تو فوت ہوچکے ہیں۔ اور مدت مدید سے سفر آخرت اختیار کرچکے ہیں"

نبی کریمؐ نے فرمایا" یہ درست ہے مگر وہ میرے بھائی تھے اسلئے کہ وہ بھی میری طرح ایک نبی تھے" +

مالی نے مزید استفسارات کر کے یہ معلوم کیا۔ کہ دنیا کے سامنے آپؐ کا بڑا پیغام عقیدہ توحید کی اشاعت اور شفقت علے خلق اللہ کی تلقین ہے۔ پس وہ آپؐ کے قدموں پر گرا۔ آپ کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسے دینے لگا۔ اور آپؐ پر ایمان لے آیا +

نبی کریمؐ پھر مکّہ کو واپس تشریف لائے۔ اور راستہ میں یہ الفاظ ان کی زبان پر جاری تھے"۔ اے خدا! میں اپنی کمزوری اور قلّتِ ذرائع کی تیرے حضور میں شکایت کرتا ہوں۔ اور اسبات کا بھی تمنائی ہوں۔ کہ لوگونکی نظروں میں بہت حقیر سا ہو رہا ہوں اے غفور الرحیم تو کمزوروں اور بیکسوں کا یاور ہے مجھ پر رحم فرما" مکّہ میں آپ نے المطعم کے گھر میں پناہ لی۔ لوگ مطعم سے سخت بدسلوکی سے پیش آنے لگے۔ اور ابوسفیان نہایت غضبناک ہو کر پوچھنے لگا۔ کہ کہیں مطعم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا پیرو تو نہیں ہو گیا۔ یا اس نے اسے صرف پناہ ہی دیدی ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ نبی کریمؐ کو صرف اپنی پناہ میں رکھا ہے۔ لوگ آپؐ کو ایذا دینے سے باز آ گئے۔

چونکہ نبی کریمؐ ایک وفادار اور سخی قوم کے آدمی تھے۔ اسلئے

آپؐ ہمیشہ اپنے محسنوں کو یاد کرتے تھے۔ اور موت کے بعد بھی ان کا ذکر خیر فرماتے تھے۔ لوگ آہستہ آہستہ آپؐ کی باتیں سننے لگے۔ اور کئی ایک نے اعلان کر دیا بہت سی مستورات بھی داخل اسلام ہو گئیں۔ اسلام قبول کرتے وقت عورتوں سے آپؐ حسب ذیل وعدہ لیتے تھے۔

"ہم خدا کا کوئی شریک نہ ٹھیرائینگی۔ ہم چوری کا ارتکاب نہیں کرینگی۔ ہم لوگوں پر جھوٹے بہتان نہیں باندھینگی ہم غیبت سے باز آئینگی۔ ہم خدا کے احکام کی۔ جو نبی کریم صلعم کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں پوری فرمانبرداری کرینگی۔ ہم افلاس اور کشادہ حالی میں خوشی اور غم میں غرضیکہ ہر حالت میں اطاعت کیش ثابت ہونگی۔ ہم نفس امّارہ کو قابو میں رکھینگی۔ اور حاکموں کی بغاوت نہیں کرینگی۔ گفتار میں راستباز ہونگی۔ اور اللہ کے راستہ میں چلتے ہوئے ہمیں اغیار کے تمسخر اور طعن کی پرواہ نہیں ہوگی"۔

نبی کریمؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر تم ان شرائط پر کاربند رہو گے تو جنت پاؤ گے۔ اوس اور خزرج دو قبیلے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور آپؐ سے اسبات کے متمنی ہوئے کہ قرآن کریم سکھلانے کیلئے آپؐ کوئی آدمی مقرر فرمائیں مصعب بن امیر اس کام کیلئے مقرر

ہوا۔ وہ ایک بڑا عالم تھا۔ اور اس نے قرآن کریم سے مسائل درآمدہ کو حل کرنے کیلئے قوانین مرتب کئے۔ ہم ضمناً یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ اوائل ہی میں لوگوں نے قرآن کریم کو سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور سیکھ کر دوسروں کو سکھایا جاتا تھا۔ جمعہ کے دن اجتماع ہوتا تھا۔ اور دیہاتی لوگوں کو موقعہ ملتا تھا۔ کہ وہ اپنے شہری بھائیوں سے تبادلۂ خیالات کریں۔ یہ اس بڑی رسم کا سنگ بنیاد تھا۔ جو آج تک برابر مسلمانوں میں چلی آتی ہے۔ معصب بن امیر کو اپنے کام میں بڑی کامیابی ہوئی۔ کیونکہ اسلام کے سادہ اصولوں نے لوگوں کے دلوں کو کھا لیا۔ اور وہ جوق درجوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ اسلام کی سادہ تعلیم کو سمجھ سکتے تھے۔ کہ اس پر عمل ان کیلئے آسان تھا۔ عبد الاشعب کا قبیلہ سب کا سب ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔ اسلام کی اس کامیابی کو دیکھ کر اہل مکہ کے دلوں میں آتش غیظ و غضب بھڑک اٹھی۔ اور وہ پھر اپنی ستم ظریفیوں پر اُتر آئے۔ حتےٰ کہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مردوں میں ابو سلمہ اور عورتوں میں اُمّ سلمہ سب سے پہلے مہاجر تھے +

تمت

مطبوعات جدیدہ مصنفہ حضرت خواجہ

کمال الدین صاحب مسلم مشنری بی اے ایل ایل بی

(۱) ذرّاتِ عالم کا مذہب

تفصیل مضامین :- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سب سے بڑے طاقتور ذرّے یعنے انسان کا مذہب۔ الہام ایک ضرورتِ حقہ ہے۔ مناسب مقداری ارتقا کی جان ہے۔ اخلاق توازن جذبات کا نام ہے۔ رُوح کی پیدائش اور فرائض۔ رُوح ایک باشعور قوت نامیہ ہے۔ بعض لحُوم ممنوعہ۔ مسئلہء ارتقائے انسانی۔ صحیفہء ارتقاء۔ کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے۔ مذہب کی بابت باطل خیالات اور عقائد فاسدہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں۔ اہل ہند کی جدید بُت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی۔ رومن کلیسیا بہتر از فضل ہے۔ انسان کیلئے اپنی اصلاح کرنا ہی بہترین تسبیح ہے۔ رب العلمین معبُود +

(۲) اسلام اور علوم جدیدہ

(۳) باطنیات اسلام

(۴) مطالعہ اسلام

(۵) مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ

حصہ اول۔ حصہ دوم۔ حصہ سوم

(۶) مجموعہ لیکچرس اسلام

خطبات عربیہ

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ انگلستان

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے دوران قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے متعارف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :-

(۱) سلسلہ خطبات عربیہ سوم منسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

(۲) " " " توحید۔ دعا۔ تصوف -

" " " خطبات عیدین -

(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب

(۵) اسلام اور دیگر مذاہب

(۶) حقوق نسوان

[illegible]

مرواریدِ ثلاثہ

براہین نبیّہ حصہ اول

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

مصنفہ حضرت کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کُل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲/

اُمّ الالسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل الہام

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اُردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دُنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۱۲/

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

مصنفہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ حضرت محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے۔ قیمت ۸/

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور